الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی سید المرسلین

اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب البیوع

بیع کا لغوی و اصطلاحی معنی:

بیع کا لغوی معنی خرید وفروخت کرنا اور اصطلاحی معنی ہے:

"مبادلۃ المال بالمال بالتراضی"

یعنی رضامندی کے ساتھ مال کا مال سے تبادلہ کرنا بیع کہلاتا ہے۔

بیع کا سبب:

مشروعیت بیع کا سبب دنیاوی ضروریات میں لین دین کے حوالے سے جائز طریقہ کار اختیار کرنا ہے۔

بیع کے ارکان:

بیع کے ارکان ایجاب وقبول ہیں۔

بیع کا حکم:

بیع کا حکم یہ ہے کہ بائع ثمن پر قبضہ کرلے اور اور مشتری مبیع پر قبضہ کرلے۔

بیع کا فائدہ:

عاقدین کے لئے ان کی مقبوضہ چیزوں میں تصرف کا جواز۔

بیع باطل کی تعریف:

وہ بیع جو ذات اور وصف دونوں اعتبار سے مشروع نہ ہو۔ جیسے مردار کی بیع۔ بیع باطل کسی حال میں بھی مفید ملک نہیں ہوتی نہ تو قبضہ سے پہلے اور نہ ہی قبضہ کے بعد۔

بیع فاسد کی تعریف:

جو اصل اور ذات کے اعتبار سے مشروع ہو لیکن وصف کے اعتبار سے مشروع نہ ہو۔ جیسے غیر مقدور التسلیم شے کی بیع۔ بیع فاسد قبل القبض مفید ملک نہیں ہوتی لیکن قبضہ کے بعد ملک کا فائدہ دیتی ہے۔

بیع مکروہ کی تعریف:

وہ بیع جو ذات اور وصف دونوں اعتبار سے مشروع ہو لیکن کسی منھی عنہ کی وجہ سے اس میں کراہیت پیدا ہو جائے۔ جیسے اذان جمعہ کے بعد بیع کرنا۔

باب ماجاء فی ترک الشبہات

عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: "الْحَلَالُ بَيِّنٌ وَالْحَرَامُ بَيِّنٌ، وَبَيْنَ ذَلِكَ أُمُورٌ مُشْتَبِهَاتٌ لَا يَدْرِي كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ، أَمِنَ الْحَلَالِ هِيَ أَمْ مِنَ الْحَرَامِ، فَمَنْ تَرَكَهَا اسْتِبْرَاءً لِدِينِهِ وَعِرْضِهِ، فَقَدْ سَلِمَ، وَمَنْ وَاقَعَ شَيْئًا مِنْهَا يُوشِكُ أَنْ يُوَاقِعَ الْحَرَامَ، كَمَا أَنَّهُ مَنْ يَرْعَى حَوْلَ الْحِمَى، يُوشِكُ أَنْ يُوَاقِعَهُ، أَلَا وَإِنَّ لِكُلِّ مَلِكٍ حِمًى، أَلَا وَإِنَّ حِمَى اللَّهِ مَحَارِمُهُ"

مشتبہات:

وہ جسکی حلت وحرمت ظاہر نہ ہو۔

حِمیٰ:

وہ چراگاہ جسے امام اپنے لئے مخصوص کرلے۔

امور مشتبہ کی تشریح میں اقوال علماء:

پہلا قول

علامہ خطابی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ امور مشتبہ ، فی نفسہا مشتبہ نہیں ہیں بلکہ ان کا مشتبہ ہونا اضافی ہے۔ یعنی جو شخص ان امور کا حکم نہیں جانتا اس پر یہ امور مشتبہ ہیں، کیونکہ اللہ تبارک وتعالی نے کسی چیز کو بیان کے بغیر نہیں چھوڑا۔ لیکن ایک بیان جلی ہے جسے ہر شخص جان لیتا ہے اور ایک بیان خفی ہے جسے صرف علماء جانتے ہیں۔

دوسرا قول

یہ ہے کہ امور مشتبہ سے مراد امور اجتہادیہ ہیں۔

تیسرا قول

یہ ہے کہ امور مشتبہ سے مراد امور مکروہہ ہیں اور حدیث سے مقصود ان سے اجتناب پر برانگیختہ کرنا ہے۔

چوتھا قول

یہ ہے کہ امور مشتبہ سے مراد امور مباحہ ہیں تقوی کا تقاضی یہ ہے کہ ان سے بھی بچا جائے۔

پانچواں قول

یہ ہے کہ امور مشتبہ سے مراد وہ امور ہیں جن کی حلت وحرمت میں دلائل متعارض ہوں اور ان امور میں احتیاط اور تقوی کا تقاضی یہ ہے کہ ان امور کو ترک کر دیا جائے۔

باب ما جآء فی ترک الرباء

لَعَنَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ آکِلَ الرِّبَا، وَمُؤْکِلَہُ، وَشَاھِدَیْہِ وَکَاتِبَہُ

سود:

عقد میں وہ زیادتی جو بلا معاوضہ اور بالشرط ہو، سود کہلاتی ہے۔

باب ما جاء فی التغلیظ فی الکذب و الزور و نحوہ

عَنْ أَنَسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الكَبَائِرِ، قَالَ: "الشِّرْكُ بِاللّٰهِ، وَعُقُوقُ الوَالِدَيْنِ، وَقَتْلُ النَّفْسِ، وَقَوْلُ الزُّورِ

زور:

شے کا وہ محاسن بیان کرنا جو حقیقۃً شے میں نہ ہوں۔

باب ما جاء فی التُّجّار و تسمیة النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایاھم

Scanned by CamScanner

سَمَاسِرَةُ:

سماسرہ، سمسار کی جمع ہے، یہ عجمی لفظ ہے، چونکہ عرب میں اس وقت عجمی زیادہ تجارت کرتے تھے اس لئے ان کے لئے یہ ہی لفظ رائج تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے " تجار " کا لفظ پسند کیا جو عربی ہے۔ سمسار اصل میں اس شخص کو کہتے ہیں جو بائع اور مشتری کے درمیان دلالی کرے۔

باب ماجاء فی بیع من یزید

قولہ صلی اللہ علیہ وسلم

"من یشتری ھذا الحلس والقدح"

وقولہ صلی اللہ علیہ وسلم:

"من یزید علی درھم من یزید علی درھم"

بیع من یزید کی تعریف:

بیع من یزید بولی کی بیع کو کہتے ہیں۔ اس کی صورت یہ ہے کہ کوئی آدمی یہ کہے کہ میں یہ چیز اس آدمی کو فروخت کروں گا جو زیادہ رقم دے۔ یہ بیع بالاتفاق جائز ہے۔

باب ماجاء فی بیع المدبر

عَنْ جَابِرٍ، أَنَّ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ دَبَّرَ غُلَامًا لَهُ فَمَاتَ، وَلَمْ يَتْرُكْ مَالًا غَيْرَهُ فَبَاعَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاشْتَرَاهُ نُعَيْمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ النَّحَّامِ

مدبر کی تعریف واقسام:

مدبر وہ غلام جس کو اس کے آقا نے کہہ دیا ہو کہ میرے مرنے کے بعد تو آزاد ہے۔ اس کی دو اقسام ہیں۔ 1۔ مدبر مطلق 2۔ مدبر مقید

1۔ مدبر مطلق:

جس کو اس کے آقا نے کہہ دیا ہو کہ میرے مرنے کے بعد تو آزاد ہے۔ اس کی آزادی کو اپنے مرنے پر بغیر کسی شرط کے مقید کیا ہو۔

2۔ مدبر مقید:

جس کی آزادی کو اس کے آقا نے کسی خاص موت یا خاص واقع پر معلق کیا ہو۔ مثلاً یوں کہا کہ میں اگر اس بیماری میں مر گیا تو تو آزاد ہے۔

مدبر کی بیع میں اختلاف آئمہ

مدبر مقید کی بیع بالاتفاق جائز ہے۔ اختلاف مدبر مطلق کی بیع میں ہے۔

احناف کا موقف رحمہم اللہ تعالیٰ:

مدبر مطلق کی بیع ہمارے نزدیک ناجائز ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا موقف اور دلیل:

امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مدبر مطلق کی بیع جائز ہے۔ اور دلیل میں حدیث پاک پیش کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدبر غلام کو فروخت کیا تھا۔

احناف رحمہم اللہ تعالیٰ کی دلیل اور امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کی پیش کردہ دلیل کا جواب

Scanned by CamScanner

قال رسول اللہ ﷺ

"المدبر لا یباع ولا یوھب ولا یورث"

اس حدیث میں آپ ﷺ نے مطلق مدبر کا تذکرہ فرمایا ہے اور قاعدہ ہے " المطلق اذا اطلق فیراد بہ الفرد الکامل " اور مدبر مطلق ہی کامل ہوتا ہے۔ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے جو حدیث پیش کی ہے تو وہاں مدبر مقید مراد ہے اور اس کی بیع کو ہم بھی جائز قرار دیتے ہیں۔

باب ماجاء فی کراھیة تلقی البیوع

عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ: "نَهَى عَنْ تَلَقِّي الْبُيُوعِ

تلقی جلب کی صورتیں اور اس کا حکم:

تلقی جلب کی کئی صورتیں کتب فقہ میں مذکور ہیں پر یہاں صرف انہیں دو صورتوں کو بیان کی جا رہا ہے جن میں نہی مذکور ہوئی۔

1۔ شہر والے فقر و قحط سالی کا شکار ہیں اسی دوران شہر کے کچھ تاجروں کو اطلاع ملی کہ فلاں شہر سے قافلے والے غلہ لا رہے ہیں، اب وہ تاجر شہر سے باہر جا کر ان تاجروں سے غلہ خرید لیں اور شہر میں لا کر حسب منشاء فروخت کریں۔ اس سے شہر والوں کو نقصان ہوگا۔

2۔ تلقی جلب کی دوسری صورت یہ ہے کہ شہر میں تو قحط سالی نہیں ہے اور شہر میں قافلے والے اپنے غلے لا کر فروخت کرتے ہیں اور اچھا پیسہ کماتے ہیں، اب اگر کوئی شہر والا شہر سے باہر جا کر قافلے والوں سے سستے داموں غلہ خرید لے اور ان پر شہر کا بھاؤ پوشیدہ رکھے۔ اس سے قافلے والوں کا نقصان ہوگا۔

اگر یہ دونوں باتیں نہ ہوں تو تلقی جلب مکروہ نہیں۔

باب ماجاء لا یبیع حاضر للبادی

قولہ ﷺ

"لا یبیع حاضر لبادٍ"

اس کی بھی دو صورتیں ہیں اور دونوں مکروہ ہیں۔

1۔ شہر میں محتاجی اور قحط سالی ہو اور شہر والوں میں جن تاجروں کے پاس غلہ ہے وہ اسے شہر والوں کے ہاتھوں فروخت نہیں کرتے کیوں کہ وہ اس کی قیمت پر مطلع ہوتے ہیں بلکہ گاؤں دیہات وغیرہ میں جا کر مہنگے داموں فروخت کرتے ہیں کیوں کہ گاؤں والے اصل قیمت پر مطلع نہیں ہوتے۔ اس صورت میں گاؤں والوں کو دھوکہ دینا اور شہر والوں کو نقصان پہنچانا لازم آ رہا ہے اور کسی کو دھوکہ دینا اور نقصان پہنچانا اسلام میں ناجائز اور گناہ ہیں اس لئے یہ بیع مکروہ ہے۔

2۔ دوسری صورت یہ ہے کہ دیہاتی لوگ شہر میں غلہ لے آتے ہیں اور مناسب قیمت پر فروخت کرتے ہیں۔ خوش حالی اور بدحالی میں ان کا ریٹ تقریبا یکساں ہوتا ہے۔ اب اگر کوئی شہری شہر کی بدحالی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے سارا غلہ ان سے مناسب دام پر لے لے اور اسے بعد میں مہنگے داموں فروخت کرے تو ایسا کرنا مکروہ ہے۔

باب ماجاء فی نھی عن المحاقلة والمزابنة

نَهَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُحَاقَلَةِ، وَالْمُزَابَنَةِ

بیع مزابنہ کی تعریف:

مزابنہ کا لغوی معنی ہے آپس میں لین دین کرنا۔ اس کی صورت یہ ہے کہ درخت پر لگی ہوئی کھجوروں کو اندازے سے توڑی ہوئی کھجوروں کے بدلے فروخت کرنا۔ مثلا ایک آدمی کے پاس باغ میں درختوں پر کھجوریں لگی ہوئی ہیں اور ایک آدمی کے پاس توڑی ہوئی کھجوریں موجود ہیں، اب وہ باغ کے مالک کے پاس جا کر کھجوروں کا اندازہ لگاتا ہے کہ یہ دس من کھجوریں ہیں تم مجھ سے دس من توڑی ہوئی کھجوریں لے لو اور یہ درختوں پر لگی ہوئی کھجوریں مجھے دے دو۔

بیع محاقلہ کی تعریف

محاقلہ کا لغوی معنی ہے کھیت کو بٹائی پر لینا دینا۔ یہاں محاقلہ سے مراد یہ ہے کہ کٹے ہوئے صاف گیہوں کو بالیوں میں موجود گیہوں کے بدلے اندازہ کر کے لینا۔

Scanned by CamScanner

اختلاف:

احناف رحمہ اللہ کا موقف اور دلیل:

ہمارے ہاں بیع محاقلہ اور مزابنہ دونوں مطلقاً ناجائز ہیں۔ اور اس پر دلیل حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی وہ حدیث پاک ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع محاقلہ اور مزابنہ سے منع فرمایا۔ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ عاقدین ایسی شے کو اندازے سے بیچ اور خرید رہے ہیں جس میں ربا (سود) کی دونوں علتیں موجود ہیں۔ لہذا ربا کا شدید احتمال موجود ہے لہذا عقلاً بھی یہ دونوں ناجائز ہیں۔

امام شافعی رحمہ اللہ کا موقف اور دلیل:

بیع محاقلہ اور مزابنہ پانچ وسق سے کم میں جائز ہیں۔ پانچ وسق یا اس سے زیادہ میں ناجائز ہیں۔ اور **ان کی دلیل** یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عرایا کی رخصت عنایت فرمائی ہے اور عرایا کی صورت یہی ہے کہ پانچ وسق سے کم پائے تو توڑی ہوئی کھجوروں کے بدلے درخت پر لگی ہوئی کھجوروں کی بیع اندازے سے کر سکتا ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ کی دلیل کا رد:

عرایا کا جو مفہوم امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے لیا ہے وہ درست نہیں ہے۔ عرایا، عریۃ کی جمع ہے اور اس کا معنی ہے تحفہ یا ہبہ۔ اور عرایا صورۃ تو بیع ہے لیکن حقیقۃً نہیں ہے کیوں کہ **موہوب لہ** جب تک موہوبہ شے پر قبضہ نہ کرے ملک تام نہیں ہوتی اور جب تک شے اپنی ملک میں نہ آئے اسے آگے فروخت کرنا جائز نہیں اور عرایا میں موہوب لہ موہوبہ شے پر قبضہ نہیں کرتا کیوں کہ وہ تو درخت پر ہی لگی ہوئی ہوتی ہے تو قبضہ سے قبل اسے آگے کیسے بیچ سکتا ہے۔

عرایا کی صورت:

عرایا کی صورت یہ ہے کہ باغ والا چند درخت کسی کو ہبہ کر دیتا ہے اور **موہوب لہ** پھل اتارنے کے لئے بار بار باغ کے چکر لگاتا ہے جس سے باغ والے کو دشواری ہوتی ہے تو وہ اس سے کہتا ہے کہ اس درخت پر اندازاً اتنی کھجوریں ہیں آپ وہ کھجوریں چھوڑ دو اور مجھ سے اتنی مقدار میں توڑی ہوئی کھجوریں لے لو۔ عرایا صورۃ تو بیع ہے لیکن حقیقۃً نہیں ہے۔

باب ما جاء فی کراھیۃ بیع الثمرۃ قبل ان یبدو صلاحھا

عَنِ ابْنِ عُمَرَ، "أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ بَيْعِ النَّخْلِ حَتَّى يَزْهُوَ

عند الاحناف رحمہم اللہ تعالیٰ بدو صلاح کی وضاحت:

پھلوں کا آندھی طوفان اور دیگر فسادات سے مامون ہونے کا نام بدو صلاح ہے۔

عند الشوافع رحمہم اللہ تعالیٰ بدو صلاح کی وضاحت:

جب پھلوں میں مٹھاس آ جائے اور سفید رطوبت نکلنے لگے تو وہ بدو صلاح ہے۔

بدو صلاح سے قبل پھلوں کی بیع میں اختلاف آئمہ

بدو صلاح کے بعد پھلوں کی بیع بالاتفاق جائز ہے۔ اختلاف قبل بدو صلاح پھلوں کی بیع میں ہے۔ اور اب بیع کی تین صورتیں بنیں گی۔

1۔ قطع کی شرط کے ساتھ ہو۔ 2۔ پھلوں کو باقی رکھنے کی شرط کے ساتھ ہو۔ 3۔ مطلق ہو۔

آئمہ ثلاثہ رحمہم اللہ تعالیٰ کا مؤقف اور دلیل:

یہ تینوں صورتیں ناجائز ہیں۔ اور آپ رحمہم اللہ تعالیٰ کی **دلیل** وہ حدیث ہے جس میں بدو صلاح سے قبل پھلوں کی بیع سے منع کیا گیا ہے۔

احناف رحمہم اللہ تعالیٰ کا موقف اور دلیل:

امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک قطع کی شرط کے ساتھ (پہلی صورت) جائز ہے۔ اور پھلوں کو باقی رکھنے کی شرط کے ساتھ (دوسری صورت) ناجائز ہے۔ اور تیسری صورت جب بیع مطلق ہو تو اس وقت بھی جائز ہے لیکن عند الطلب اشجار کو فارغ کرنا ضروری ہے۔ **احناف** رحمہم اللہ تعالیٰ **کی دلیل** یہ ہے کہ یہ پھل قبل بدو صلاح اگرچہ قابل انتفاع نہیں ہیں لیکن یہ آگے

Scanned by CamScanner

چل کر قابل انتفاع ہو جائیں گے اور ہر قابل انتفاع شے مال متقوم ہوتی اور مال متقوم کی بیع درست ہے۔ لیکن پھلوں کو درختوں پر باقی رکھنے کی شرط مقتضائے عقد کے خلاف ہے لہذا ایسی بیع فاسد ہو جائے گی۔

باب ماجاء فی نهی عن بیع حبل الحبلة

"نهی رسول الله ﷺ عن بیع حبل الحبلة"

اس کی دو صورتیں ہیں۔

1۔ پہلی صورت یہ ہے کہ ثمن موجل پر بیع کی جائے اور ادائیگی ثمن کو جانور کے بچہ جننے تک مؤخر کیا گیا ہو۔

2۔ دوسری صورت یہ ہے کہ جانور کے حمل کی ہی بیع کی گئی ہو۔ اسی کو امام اعظم رحمہ اللہ تعالی اور امام احمد رحمہ اللہ تعالی نے اختیار کیا ہے۔

ان دونوں صورتوں میں ناجائز ہے کیوں کہ پہلی صورت میں ادائیگی ثمن کے وقت میں جہالت ہے اور دوسری صورت میں عدم جواز کی وجہ مبیع کا معدوم ہونا ہے۔

باب ماجاء فی کراهیة بیع الغُرَر

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: "نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الْغَرَرِ، وَبَيْعِ الْحَصَاةِ

بیع الغُرر:

وہ بیع جس میں کسی قسم کا دھوکہ ہو۔ جیسے **غیر مقدور التسلیم** شے کی بیع، عبد ابق (بھاگے ہوا غلام) کی بیع، دریا میں مچھلی اور فضا میں پرندے کی بیع۔

بیع الحصاة:

اس کی صورت یہ ہے کہ بوقت عقد بائع مشتری کو کہے کہ جب میں تیری طرف کنکری پھینک دوں تو میرے اور تیرے درمیان بیع لازم ہو جائے گی۔ یہ صورت عدم تراضی کی وجہ سے ناجائز ہے۔

باب ماجاء فی النهی عن بیعتین فی بیعة

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: "نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعَتَيْنِ فِي بَيْعَةٍ

اس کی تین صورتیں ہیں۔

1۔ بائع مشتری سے کہے کہ یہ چیز نقد دس کی اور ادھار بیس کی ہے۔

2۔ ایک آدمی دوسرے سے کہے کہ میں نے تجھے یہ گھر اتنے کا فروخت کیا اس شرط پر کہ تو مجھے اپنا غلام اتنے میں فروخت کرے۔ جب تیرا غلام میرا ہو گیا تو میرا گھر تیرا ہو گیا۔

3۔ ایسا عقد کرنا جس میں بیع اور اجارے دونوں کو جمع کیا جائے۔ مثلاً کوئی کتاب طبع کروانی ہو اور پریس والے کہیں کہ ہم آپ سے دس ہزار روپے لیں گے اور آپ کو ایک ہزار کتاب دیں گے۔

باب ماجاء فی کراهیة بیع مالیس عنده

عَنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ، قَالَ: أَتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ: يَأْتِينِي الرَّجُلُ، يَسْأَلُنِي مِنَ الْبَيْعِ مَا لَيْسَ عِنْدِي أَبْتَاعُ لَهُ مِنَ السُّوقِ، ثُمَّ أَبِيعُهُ، قَالَ: "لَا تَبِعْ مَا لَيْسَ عِنْدَكَ"

Scanned by CamScanner

غیر مملوک شے اور غیر مقدور التسلیم شے کی بیع جائز نہیں ہے۔

قولہ ﷺ

"لا یحل سلف و بیع۔۔۔"

اس کی دو صورتیں ہیں۔

1۔ پہلی صورت یہ ہے کہ آدمی کسی کو قرض دے۔ پھر اس پر کوئی شے اصل قیمت سے زائد پر فروخت کرے، کہ یہ قرض کی وجہ سے لینے پر مجبور ہو کر ضرور لے۔ اس سے منع کیا گیا ہے کیونکہ ہر ایسا قرض جو نفع لے کر آئے وہ نفع حرام ہے۔

2۔ یہ کہ ایک آدمی کسی شخص کو بطور قرض کوئی شے دے اور اس پر یہ شرط لگا دے کہ اگر آپ یہ شے مجھے مہیا نہ کر سکے تو اس پر آپ کے اور میرے درمیان بیع ہو گی۔ اس سے منع کیا گیا کہ اس میں ثمن وغیرہ کی جہالت ہے۔

باب ماجاء فی کراھیۃ بیع الولاء وھبتہ

عَنِ ابْنِ عُمَرَ، "أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ بَيْعِ الْوَلَاءِ وَهِبَتِهِ

ولاء کی دو قسمیں ہیں۔

1۔ ولاء العتاقہ:

آزاد کردہ غلام یا باندی کا مال آقا کے لئے ہو۔

2۔ ولاء الموالاۃ:

کوئی کافر مسلمان کے ہاتھ مسلمان ہو جائے اور اس کو کہے کہ اگر میں مر گیا تو میرا مال تیرے لئے ہوگا اور اگر مجھ سے کوئی جنایت ہوگی تو اس کی دیت تجھ پر ہوگی۔ یہ **امام شافعی** رحمہ اللہ تعالی کے نزدیک غیر معتبر ہے۔ اور **امام اعظم** رحمہ اللہ تعالی کے نزدیک معتبر ہے۔

ولاء کی بیع اور ہبہ سے منع کیا گیا ہے کیوں کہ ولاء سے مراد یا تو حق ولاء ہے یا مال۔ اگر اس سے مراد حق ولاء ہے تو پھر اس کی بیع اس لئے ناجائز ہے کہ وہ عین نہیں بلکہ عرض ہے اور مبیع کے لیے عین ہونا ضروری ہے۔ اور اگر اس سے مراد مال ہو تو پھر اس کی بیع اس لئے ناجائز ہے کیوں کہ مال موجود نہیں ہے۔

باب ماجاء فی کراھیۃ بیع الحیوان بالحیوان

"ان النبی ﷺ نھی عن بیع الحیوان بالحیوان نسیئۃ"

اگر دونوں حیوان **مختلف الجنس** ہوں تو بیع بالاتفاق جائز ہے مطلقا۔ چاہے نقد ہو یا ادھار، تساوی کے ساتھ ہو یا تفاضل کے ساتھ۔ اگر دونوں حیوان **متحد الجنس** ہوں تو اس صورت میں اختلاف ہے۔

امام اعظم رحمہ اللہ تعالی اور امام احمد رحمہ اللہ تعالی کا موقف اور دلیل:

اگر نقد ہو تو مطلقا جائز ہے چاہے تساوی کے ساتھ ہو یا تفاضل کے ساتھ۔ اور اگر ادھار ہو تو مطلقا ناجائز ہے۔ ان حضرات کی **دلیل** مذکورہ حدیث پاک ہے جس میں رسول اکرم ﷺ نے جانور کے بدلے جانور کی ادھار بیع سے منع فرمایا۔

امام شافعی رحمہ اللہ تعالی کا موقف اور ان کی دلیل:

امام شافعی رحمہ اللہ تعالی کے نزدیک جب جانوروں کی جنس متحد ہو تو ایک کو دوسرے کے بدلے خریدنا بیچنا مطلقا جائز ہے، ادھار ہو یا نقد، تساوی کے ساتھ ہو یا تفاضل کے ساتھ۔ امام شافعی رحمہ اللہ تعالی کی **دلیل** حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے جو ابوداود شریف میں مذکور ہے کہ نبی کریم ﷺ نے انھیں لشکر تیار کرنے کا حکم دیا۔ سواری کے لئے اونٹ نہ تھے تو آپ ﷺ نے کلائص کے مقابلے اونٹ لینے کا حکم دیا۔ **"کان یاخذ البعیر بالبعیرین الی ابل الصدقۃ"**۔

Scanned by CamScanner

امام شافعی رحمہ اللہ کی دلیل کا جواب:

ممانعت والی احادیث قولی ہیں اور ابن عمر رضی اللہ عنہ والی روایت فعلی ہے۔ بوقت تعارض قول کو فعل پر ترجیح ہوتی ہے۔

باب ماجاء ان الحنطة بالحنطة مثلا بمثل و كراهية التفاضل فيه

قولہ صلی اللہ علیہ وسلم:

"الذهب بالذهب مثلا بمثل و الفضة بالفضة مثلا بمثل و التمر بالتمر مثلا بمثل و البر بالبر مثلا بمثل و الملح بالملح مثلا بمثل و الشعير بالشعير مثلا بمثل فمن زاد او ازداد فقد اربى"

حرمت ربوٰی کی علت میں اختلاف آئمہ:

امام اعظم رحمہ اللہ کا موقف:

حرمت ربوٰی کی علت قدر مع الجنس ہے۔ قدر سے مراد کیل اور وزن ہے۔ ذھب اور فضہ سے وزن کا استنباط کیا ہے اور باقی اشیاء اربعہ سے کیل کا استنباط کیا ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ کا موقف:

آپ حضرات کے نزدیک حرمت ربوٰی کی علت طعم اور ثمنیت ہے۔ ذھب اور فضہ سے ثمنیت کا استنباط کیا ہے اور باقی اشیاء اربعہ سے طعم کا استخراج کیا ہے۔

امام مالک رحمہ اللہ کا موقف:

امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک حرمت ربوٰی کی علت طعم مع الادخار ہے۔ ذھب اور فضہ سے ادخار کا استنباط کیا ہے اور باقی اشیاء اربعہ سے طعم کا استنباط کیا ہے۔

باب ماجاء فی الصرف

عَنْ نَافِعٍ، قَالَ: انْطَلَقْتُ أَنَا وَابْنُ عُمَرَ إِلَى أَبِي سعيد فحدثنا، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَمِعَتْهُ أُذُنَايَ هَاتَانِ، يَقُولُ: "لَا تَبِيعُوا الذَّهَبَ بِالذَّهَبِ إِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ، وَالْفِضَّةَ بِالْفِضَّةِ إِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ، لَا يُشَفُّ بَعْضُهُ عَلَى بَعْضٍ، وَلَا تَبِيعُوا مِنْهُ غَائِبًا بِنَاجِزٍ"

بیع صرف کی تعریف:

بیع صرف وہ ہے جو باہم ثمن کی جنس پر واقع ہو۔ یعنی ذھب اور فضہ میں سے ہر ایک کی بیع دوسرے کے عوض کرنا۔ بیع صرف میں عوضین پر مجلس عقد میں قبضہ شرط ہے اور بیع صرف کے عوض کا قبل القبض استبدال ناجائز ہے۔ عوضین متحد الجنس ہوں تو تفاضل اور ادھار دونوں حرام ہیں۔ اور اگر عوضین مختلف الجنس ہوں تو تفاضل جائز اور ادھار حرام ہے۔

باب ماجاء فی ابتیاع النخل بعد التابیر و العبد و له مال

سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: "مَنِ ابْتَاعَ نَخْلًا بَعْدَ أَنْ تُؤَبَّرَ فَثَمَرَتُهَا لِلَّذِي بَاعَهَا، إِلَّا أَنْ يَشْتَرِطَ الْمُبْتَاعُ، وَمَنِ ابْتَاعَ عَبْدًا وَلَهُ مَالٌ فَمَالُهُ لِلَّذِي بَاعَهُ، إِلَّا أَنْ يَشْتَرِطَ الْمُبْتَاعُ"

تابیر: پیوندکاری

اگر کوئی شخص پیوندکاری کے بعد کھجور کے درخت فروخت کرے تو کیا پھل درختوں کے تابع ہو کر بلا ذکر بیع میں شامل ہوں گے یا نہیں۔ اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔

امام اعظم رحمہ اللہ کا موقف اور دلیل:

پھل بائع کی ملک میں رہے گا چاہے پیوندکاری سے پہلے ہو یا بعد میں۔ مگر یہ کہ صراحۃً ان کا بیع میں داخل ہونا بیان کیا جائے۔ آپ رحمہ اللہ کی **دلیل** اس پر اسی باب کی حدیث مبارکہ ہے جس میں اس بات کی صراحت ہے کہ پیوندکاری کے بعد پھل بائع کے ہوں گے۔ ایک اور روایت میں ہے، "الثمرة للبائع الا ان يشترط المبتاع"۔ یہ حدیث مطلق ہے اس میں قبل التابیر یا بعد تابیر کی قید نہیں ہے۔

آئمہ ثلاثہ رحمہ اللہ کا موقف اور دلیل:

اگر بیع پیوندکاری کے بعد ہو تو پھل بائع کی ملک میں رہے گا۔ اور اگر بیع پیوندکاری سے پہلے ہو تو پھر پھل بیع میں شامل ہوگا اور مشتری کے لئے ہوگا۔ ان حضرات کا **استدلال** اسی باب کی حدیث سے ہے جس میں مذکور ہے کہ بعد تابیر پھل بائع کا ہوگا۔ تو یہ حضرات مفہوم مخالف لیتے ہوئے کہتے ہیں کہ قبل التابیر پھل بائع کا نہیں ہوگا بلکہ مشتری کا ہوگا۔

دلیل کا رد:

یہ استدلال مفہوم مخالف سے ہے اور ہمارے نزدیک مفہوم مخالف سے استدلال معتبر نہیں۔

باب ماجاء البيعان بالخيار مالم يتفرقا

عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "اَلْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَالَمْ يَتَفَرَّقَا"

قولہ ﷺ:

"البيعان بالخيار مالم يتفرقا"

بائع اور مشتری کا خیار مجلس حاصل ہے یا نہیں اس میں اختلاف ہے۔

امام اعظم رحمہ اللہ تعالی اور امام مالک رحمہ اللہ تعالی کا موقف اور دلیل:

بائع اور مشتری کو خیار مجلس حاصل نہیں۔ اس پر **دلیل** قرآن مجید فرقان حمید کی آیت مبارکہ ہے جس میں عقود کو پورا کرنے کا حکم دیا گیا ہے، "یاایها الذین آمنوا اوفوا بالعقود" اور عقد کہتے ہی اس ہیں جو تمام ہوگیا ہو۔ اور یہ عقد بھی مجلس واحدہ میں ایجاب وقبول کے بعد تمام ہوگیا ہے۔ لہذا اس عقد کا ایفاء بھی لازم ہے۔ اور لزوم ایفاء سے مراد یہ ہے کہ عقد فسخ نہ ہو۔ اور خیار مجلس کا جواز لزوم ایفاء کے مخالف ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ تعالی اور امام احمد رحمہ اللہ تعالی کا موقف اور دلیل:

بائع اور مشتری کو خیار مجلس حاصل ہے۔ ان حضرات کی **دلیل** مذکورہ حدیث مبارکہ ہے اور وہ تفرق سے تفرق ابدان مراد لیتے ہیں۔

دلیل کا رد:

یہ حدیث آیت سابقہ کے متعارض ہے اور قاعدہ یہ ہے جب قرآن وحدیث میں تعارض آجائے تو ترجیح قرآن کو ہوتی ہے۔ نیز اس حدیث میں تفرق سے مراد تفرق بالقول ہے نہ کہ تفرق بالابدان جیسا کہ آپ نے مراد لیا۔

باب ماجاء فيمن يخدع البيع

عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ رَجُلًا كَانَ فِي عُقْدَتِهِ ضَعْفٌ، وَكَانَ يُبَايِعُ، وَأَنَّ أَهْلَهُ أَتَوُا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالُوا: يَارَسُولَ اللهِ، احجز عَلَيْهِ، فَدَعَاهُ نَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَهَاهُ، فَقَالَ: يَارَسُولَ اللهِ، إِنِّي لَا أَصْبِرُ عَنِ الْبَيْعِ، فَقَالَ: "إِذَا بَايَعْتَ فَقُلْ: هَاءَ وَهَاءَ، وَلَا خِلَابَةَ"

خیار شرط کی تعریف:

وہ خیار جس میں عقد کا انعقاد تو ہوجاتا ہے مگر یہ خیار ابتدائے حکم کے لیے مانع بنتا ہے۔

"لاخلابة" کے الفاظ سے خیار شرط ثابت ہونے میں اختلاف:

Scanned by CamScanner

جمہور کا مؤقف:

جمہور آئمہ کے نزدیک محض'' لاخلابة'' کے الفاظ کہنے سے خیار شرط ثابت نہ ہوگا، جب تک کہ صراحتاً خیار شرط کو ذکر نہ کیا جائے۔

بعض آئمہ کا مؤقف اور دلیل:

بعض آئمہ کے نزدیک محض'' لاخلابة'' کے الفاظ کہنے سے خیار شرط ثابت ہو جائے گا۔ اور ان کی **دلیل** یہی حدیث مبارکہ ہے جس میں حضرت حبان رضی اللہ عنہ کو محض اس لفظ سے خیار شرط مل گیا تھا۔

جمہور علماء کی دلیل اور بعض علماء کی دلیل کا رد:

یہ حضرت حبان رضی اللہ عنہ کی خصوصیت تھی۔ لہذا اس کو قاعدہ کلیہ بنانا مناسب نہیں۔ نیز حضرت حبان رضی اللہ عنہ کو خیار شرط محض'' لاخلابة'' کے الفاظ کی وجہ سے نہیں ملا بلکہ بعض احادیث میں اس کی تصریح مذکور ہے جیسا کہ مستدرک حاکم میں ہے، '' فقل لاخلابة ولی الخیار ثلاثة ایام''

عاقل بالغ پر حجر کے جواز اور عدم جواز میں اختلاف آئمہ:

امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف:

عاقل بالغ پر حجر نہیں البتہ مال کا حجر ممکن ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف اور دلیل:

عاقل بالغ پر حجر ہوسکتا ہے۔ اور ان کی **دلیل** وہ حدیث مبارکہ ہے جس میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حبان رضی اللہ عنہ کو حجر کیا تھا۔

امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کی دلیل کا رد:

اس روایت سے یہ استدلال درست نہیں ہے کیونکہ اولاً نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بیع ترک کرنے کا مشورہ دیا تھا۔ لیکن حضرت حبان رضی اللہ عنہ نے اپنا عذر پیش کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا عذر قبول کر لیا۔ ورنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابی کے عذر کی وجہ سے حکم شرعی کو نافذ کرنے سے ہرگز باز نہ رہتے۔

باب ما جاء فی بیع المصراة

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنِ اشْتَرَى مُصَرَّاةً فَهُوَ بِالْخِيَارِ إِذَا حَلَبَهَا إِنْ شَاءَ رَدَّهَا وَرَدَّ مَعَهَا صَاعًا مِنْ تَمْرٍ

مصراة اس جانور کو کہتے ہیں جس کا دودھ چند دن کے لئے روک دیا جائے تاکہ مشتری دیکھ کر دھوکہ کھا جائے کہ یہ بہت دودھ دینے والا جانور ہے۔ **بیع المصراة** میں جانور کو واپس کرنے یا نہ کرنے میں اختلاف ہے۔

امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف:

جانور کو واپس نہیں کیا جائے گا البتہ نقصان عیب کا رجوع کیا جائے گا۔

آئمہ ثلاثہ رحمہم اللہ تعالیٰ کا مؤقف اور دلیل:

جانور کو واپس کیا جائے گا اور اگر دودھ موجود نہ ہو تو ایک صاع کھجوریں بھی دی جائیں گی۔ اور اگر دودھ موجود ہو تو جانور دودھ کے ساتھ واپس کیا جائے گا۔ آئمہ ثلاثہ رحمہم اللہ تعالیٰ کی **دلیل** حدیث پاک ہے جس میں مذکور ہے کہ مصراة کو واپس کر دیا جائے اور ساتھ ایک صاع تمر بھی دی جائیں۔

آئمہ ثلاثہ رحمہم اللہ تعالیٰ کی دلیل کا رد:

یہ حدیث خبر واحد ہے، قیاس اور نصوص صریحہ کے خلاف ہے۔ وہ اس طرح کہ قرآن پاک کی آیت ہے،

﴿فان عاقبتم فعاقبوا بمثل ما عوقبتم﴾

اور دوسری آیت ہے،

Scanned by CamScanner

(فاعتدوا علیه بمثل ما اعتدیٰ علیکم)

ان دونوں آیات میں زیادتی کی صورت میں مثل کی ادائیگی کا حکم ہے، اور مثل کی دو قسمیں ہیں 1۔ مثل صوری۔ 2۔ مثل معنوی۔ اور تمر دودھ کا نہ مثل صوری ہے نہ مثل معنوی۔ نیز یہ روایت قابل استدلال نہیں ہے کیوں کہ اس میں اضطراب ہے۔ وہ اس طرح کہ اس باب میں دو روایات ہیں ایک روایت میں مدت کا ذکر نہیں ہے اور تمر کی تخصیص ہے اور دوسری روایت میں مدت کی تخصیص ہے لیکن یہ تعمیم ہے کہ گندم کے سوا جس چیز سے چاہے صاع ادا کردے۔

باب ما جاء فی اشتراط ظهر الدابة عند البیع

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، "أَنَّهُ بَاعَ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعِيرًا، وَاشْتَرَطَ ظَهْرَهُ إِلَى أَهْلِهِ"

عقد بیع میں اشتراط کے جواز اور عدم جواز میں اختلاف آئمہ:

امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ اور امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف:

اشتراط فی البیع ناجائز ہے جبکہ وہ شرط مقتضائے عقد کے خلاف ہو۔ مقتضائے عقد کے خلاف ہے ہر وہ شرط جس میں متعاقدین میں سے کسی کا نفع ہو یا مبیع کا نفع ہو۔

امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف اور دلیل:

اشتراط فی البیع جائز ہے جبکہ ایک شرط ہو۔ ان کا **استدلال** حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت سے ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اونٹ فروخت کیا اور گھر تک سواری کی شرط لگائی۔

امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کی دلیل کا رد:

1۔ یہ شرط صلب عقد میں نہیں تھی۔ شرط اگر صلب عقد میں ہو تو ناجائز ہے۔

2۔ یہ حقیقتاً اعارہ تھا اور ظاہراً شرط تھی۔

باب انتفاع الرهن

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "الظَّهْرُ يُرْكَبُ إِذَا كَانَ مَرْهُونًا، وَلَبَنُ الدَّرِّ يُشْرَبُ إِذَا كَانَ مَرْهُونًا، وَعَلَى الَّذِي يَرْكَبُ وَيَشْرَبُ نَفَقَتُهُ"

مرتہن، مرہونہ شے سے نفع حاصل کرسکتا ہے یا نہیں۔ اس مسئلہ میں دو مذہب ہیں۔

آئمہ ثلاثہ رحمہم اللہ تعالیٰ کا مؤقف اور دلیل:

آئمہ ثلاثہ کے نزدیک مرہونہ شے سے مرتہن کا نفع حاصل کرنا جائز نہیں۔ اور مرہونہ شے کی حفاظت کا ضروری خرچ راہن پر لازم ہوگا۔ ان حضرات کا **استدلال** اس حدیث سے ہے،

"لا یغلق المرتهن الرهن من صاحبه الذی رهنه وله غنمه"

اسی طرح بخاری شریف میں بھی روایت ہے،

"لا تحلب ماشیة امرئ بغیر اذنه"

امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف اور دلیل:

مرہونہ شے سے مرتہن کا نفع حاصل کرسکتا ہے۔ اور **دلیل** اس باب کی حدیث سے ہے جس میں ذکر ہے کہ مرہون پر سواری بھی کی جاسکتی ہے اور اس کا دودھ بھی پیا جاسکتا ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کی دلیل کا رد:

یہ حکم پہلے تھا جو ہماری پیش کردہ روایت سے منسوخ ہوگیا۔

Scanned by CamScanner

باب ماجاء فی شراء القلادة وفیها ذهب وخرز

عن فضالة بن عبيد قال: اشتريت يوم خيبر قلادة باثني عشر دينارا فيها ذهب وخرز ففصلتها فوجدت فيها أكثر من اثني عشر دينارا، فذكرت ذلك للنبي صلى الله عليه وسلم فقال: "لا تباع حتى تفصل"

ایسا ہار یا ایسی تلوار جس میں سونے یا چاندی کا زیور ہو تو اس کو دراہم ودنانیر کے بدلے میں فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں اس میں اختلاف ہے۔

امام اعظم رحمہ اللہ کا موقف:

امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک اس کے جواز کے لئے یہ شرط ہے کہ جو ذہب اور فضہ اس قلادہ یا سیف میں ہے اس کے مقابلے میں دراہم ودنانیر کا زائد ہونا ضروری ہے۔ تاکہ سونا یا چاندی اس سونے یا چاندی کے مقابلے میں ہو جائے اور باقی سونا یا چاندی قلادہ یا سیف کے مقابلے میں ہو جائے۔

آئمہ ثلاثہ کا موقف:

آئمہ ثلاثہ کے نزدیک اس کے جواز کے لئے یہ شرط ہے کہ جو ذہب اور فضہ اس قلادہ یا سیف میں ہے اس کو قلادہ یا سیف سے جدا کر لیا جائے اور پھر بیع کی جائے۔

باب

عَنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: بَعَثَ حَكِيمَ بْنَ حِزَامٍ يَشْتَرِي لَهُ أُضْحِيَةً بِدِينَارٍ، فَاشْتَرَى أُضْحِيَةً، فَأُرْبِحَ فِيهَا دِينَارًا، فَاشْتَرَى أُخْرَى مَكَانَهَا، فَجَاءَ بِالأُضْحِيَةِ وَالدِّينَارِ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: "ضَحِّ بِالشَّاةِ، وَتَصَدَّقْ بِالدِّينَارِ"

اگر کوئی غنی قربانی کا جانور خریدتا ہے تو محض خریدنے سے وہ جانور قربانی کے لئے مختص نہیں ہوتا اس کے بدلے وہ کوئی اور جانور بھی قربان کر سکتا ہے۔ لیکن کوئی فقیر قربانی کا جانور خریدتا ہے تو محض خریدنے سے وہ جانور قربانی کے لئے مختص ہو جاتا ہے۔

بیع الفضولی میں اختلاف:

امام اعظم رحمہ اللہ کا موقف:

فضولی کی بیع مالک کی اجازت پر موقوف ہے۔ اگر مالک نے اجازت دی تو نافذ ہو جائے گی ورنہ نہیں۔

امام شافعی رحمہ اللہ کا موقف:

فضولی کی بیع جائز نہیں۔ اس لئے کہ فضولی کو ولایت تصرف شرعی حاصل نہیں۔

باب ماجاء اذا افلس للرجل غریم فیجد عنده متاعه

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: "أَيُّمَا امْرِئٍ أَفْلَسَ، وَوَجَدَ رَجُلٌ سِلْعَتَهُ عِنْدَهُ بِعَيْنِهَا فَهُوَ أَوْلَى بِهَا مِنْ غَيْرِهِ"

اگر کسی آدمی کا مال بعینہ مفلس کے پاس موجود ہے تو کیا وہ دوسرے غرماء کے مقابلے میں اپنے مال کو لینے کا حقدار ہے یا نہیں اس میں آئمہ کرام کا اختلاف ہے۔

امام اعظم رحمہ اللہ کا موقف اور دلیل:

جب بذریعہ بیع وہ مال مفلس کی ملکیت میں آ گیا تو اب اس کا حق نہیں بلکہ دوسرے غرماء کے ساتھ مساوی ہوگا۔ اور **دلیل** یہ حدیث مبارکہ ہے،

"ایما امرأ افلس ووجد رجل سلعته عنده بعینها فهو اسوة للغرماء"

آئمہ ثلاثہ رحمہم اللہ کا موقف اور دلیل:

ایسے غریم کو دوسرے غرماء پر ترجیح حاصل ہوگی۔ ان حضرات کا **استدلال** اس حدیث مبارکہ سے ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو آدمی مفلس ہو جائے اور پھر کوئی آدمی اپنا

سامان بعینہ اس کے پاس پائے تو وہ آدمی اس سامان کا دوسرے غرماء کے مقابلے میں زیادہ مستحق ہے۔

آئمہ ثلاثہ رحمہم اللہ تعالیٰ کی دلیل کا رد:

یہ حدیث مبارکہ عاریت، ودیعت یا غصب پر محمول ہے۔

باب ماجاء فی النھی للمسلم ان یدفع الی الذمی الخمر یبیعھا له

شراب کو سرکہ بنانا جائز ہے یا نہیں اس میں اختلاف ہے۔

امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف:

شراب کو سرکہ بنانا جائز ہے۔ **دلیل:** " **خیر الخل خل الخمر** " اس حدیث سے بطور اشارۃ النص ثابت ہوا کہ شراب سے سرکہ بنانا جائز ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف اور دلیل:

شراب کو سرکہ بنانا جائز نہیں ہے۔ **دلیل، قولہ** صلی اللہ علیہ وسلم

"لا" فی جواب أیتخذ الخمر خلاً

امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کی دلیل کا رد:

یہ واقعہ حرمت شراب کے ابتدائی دور پر محمول ہے۔ مقصد یہ تھا کہ شراب کی قباحت لوگوں کے دلوں میں راسخ ہو جائے۔ اسی وجہ سے ابتداءً برتنوں کو بھی توڑنے کا حکم دیا گیا تھا۔

مدیون کسی کا دین ادا نہ کرے اور دائن کے پاس مدیون کا کوئی مال آجائے تو کیا وہ دائن اس سے اپنا حق وصول کر سکتا ہے۔ اس میں آئمہ کرام کا اختلاف ہے،

امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف اور دلیل:

دائن کے پاس مدیون کا کوئی مال آجائے تو اس کے لئے جائز نہیں ہے کہ اس سے اپنا حق وصول کرے۔ امام مالک کا **استدلال** حدیث مبارکہ کے اس جز سے ہے، " **لا تخن من خانک** " لہذا دائن کے پاس مدیون کا جو مال آیا وہ امانت ہے اس کو واپس کردے اور اپنے حق کا اس سے مطالبہ کرے۔

امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف اور دلیل:

دائن کے پاس مدیون کا جو مال آیا وہ اگر دین کی جنس سے ہو تو پھر دائن اپنا حق وصول کر سکتا ہے ورنہ نہیں۔ آپ کا استدلال ہندہ رضی اللہ عنہا جو کہ ابو سفیان کی زوجہ ہیں ان کی روایت سے ہے،

"خذی مایکفیک وولدک بالمعروف"

یہاں نفقہ بھی نقد تھا اور مال بھی نقد تھا۔ معلوم ہوا کہ **اتحاد جنس** کی صورت میں اپنا حق وصول کیا جا سکتا ہے اور اختلاف جنس کی صورت میں نہیں۔ اور اختلاف جنس کی صورت میں اس لئے جائز نہیں کیوں کہ مال فروخت کئے بغیر اپنا حق وصول کرنا ممکن نہیں۔ تو اس سے غیر کے مال کو اس کی اجازت کے بغیر فروخت کرنا لازم آئے گا۔ اور یہ جائز نہیں۔

امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف اور دلیل:

دائن کے پاس مدیون کا کوئی مال آجائے تو وہ اس سے اپنا حق وصول کر سکتا ہے چاہے اتحاد جنس ہو یا اختلاف جنس۔ آپ کی **دلیل** مذکورہ حضرت ہندہ رضی اللہ عنہا والی روایت ہی ہے لیکن آپ اس کو مطلقاً لیتے ہیں کہ مدیون اپنا حق دائن کے مال سے مطلقاً لے سکتا ہے۔

Scanned by CamScanner

باب ما جاء ان العارية مؤَدَّاة

عن أبي أمامة قال: سمعت النبي صلى الله عليه وسلم يقول في الخطبة عام حجة الوداع: "العارية مؤداة والزعيم غارم، والدين مقضي"

مستعار شے پر مستعیر کا قبضہ امانت کے طور پر ہوتا ہے یا ضمان کے طور پر، اس میں آئمہ کرام کا اختلاف ہے۔

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا موقف اور دلیل:

مستعار شے پر مستعیر کا قبضہ امانت کے طور پر ہوتا ہے۔ اگر عاریت مستعیر کی تعدی کی وجہ سے ہلاک ہوئی تو ضمان واجب ہوگا، اور اگر آفت سماوی کی وجہ سے ہلاک ہوئی تو اس صورت میں ضمان لازم نہیں ہوگا۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے، "العارية مؤداة"۔ اس حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے "ادا" کا لفظ استعمال کیا ہے اور دین کے اندر "قضا" کا لفظ استعمال کیا ہے۔ "ادا" اور "قضاء" میں فرق یہ ہے کہ "ادا" کہتے ہیں تسلیم عین کے وجوب کو اور "قضا" کہتے ہیں کہ تسلیم مثل کے وجوب کو۔ اس سے معلوم ہوا کہ عاریت کے اندر تسلیم عین واجب ضروری ہے۔ اگر عاریت مضمون ہوتی تو اس کے لئے بھی دین کی طرح "قضا" کا لفظ ذکر کیا جاتا۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا موقف اور دلیل:

مستعار شے پر مستعیر کا قبضہ ضمان کے طور پر ہوتا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا استدلال بھی اسی روایت سے ہے لیکن آپ فرماتے ہیں اس حدیث میں مطلقاً ذکر ہے لہذا ہر حال میں عاریت واجب الاداء ہے۔

باب ما جاء فی الاحتکار

عن معمر بن عبد الله بن نضلة، قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: "لا يحتكر إلا خاطئ"، فقلت لسعيد: يا أبا محمد، إنك تحتكر، قال: ومعمر قد كان يحتكر.

احتکار ذخیرہ اندوزی کو کہتے ہیں۔ اس بات میں سب علماء کا اتفاق ہے کہ غذائی اجناس میں ذخیرہ اندوزی ناجائز ہے۔ غذائی اجناس کے علاوہ دیگر اشیاء میں احتکار جائز ہے یا نہیں اس میں علماء کا اختلاف ہے۔

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا موقف:

غذائی اجناس کے علاوہ دیگر اشیاء میں احتکار جائز ہے۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا موقف:

سب اجناس میں ذخیرہ اندوزی ناجائز ہے۔ اس لئے کہ ممانعت کی جو علت غذائی اجناس میں پائی جاتی ہے وہ ہی علت دیگر اشیاء میں بھی پائی جاتی ہے۔

باب ما جاء فی بیع المُحَفَّلَات

تحفیل: اونٹنی کے تھنوں میں دودھ کو روکنا تحفیل کہلاتا ہے۔

باب ما جاء فی بیع فضل الماء

عَنْ إِيَاسِ بْنِ عَبْدٍ الْمُزَنِيِّ، قَالَ: "نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الْمَاءِ".

اس باب میں پانی کی بیع سے منع کیا گیا ہے اس کی تین صورتیں ہیں۔ 1۔ جو پانی مباح ہو، ہر ایک کو اس سے استفادہ کا حق حاصل ہو۔ مثلاً دریاؤں، نہروں، سمندر اور چشمے کا پانی۔ اس پانی کی بیع جائز نہیں۔ 2۔ مباح پانی کو کسی شے میں محفوظ کر لیا جائے۔ اس کی بیع جائز ہے۔ 3۔ ذاتی کنویں وغیرہ کا پانی۔ اس کی بیع میں اگرچہ اختلاف ہے مگر قول فیصل یہ ہے کہ وقتی ضرورت جیسے خود

Scanned by CamScanner

پینے یا جانور کو پلانے کے لئے مانگے تو بیع ناجائز ہے۔ ہاں اگر ذخیرہ کرنے کے لئے مانگے یا زمین کو سیراب کرنے کے لئے مانگے تو اس صورت میں بیع جائز ہے۔

باب ماجاء فی کراھیة عسب الفحل

عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: "نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ عَسْبِ الفَحْلِ"

عسب الفحل سے مراد ہے نر کو مادہ کے ساتھ جفتی کے لئے کرائے پر دینا۔ ایسا کرنا جائز نہیں ہے البتہ اکرام کے طور پر کچھ دے دیا جائے تو اس کا لینا جائز ہے۔

باب ماجاء فی ثمن الکلب

عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "كَسْبُ الحَجَّامِ خَبِيثٌ، وَمَهْرُ البَغِيِّ خَبِيثٌ، وَثَمَنُ الكَلْبِ خَبِيثٌ"

کتے کی بیع کے جواز اور عدم جواز میں علماء کا اختلاف ہے۔

امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ اور امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کا موقف اور دلیل:

جن کتوں کا رکھنا جائز ہے ان کی بیع بھی جائز ہے اور جن کتوں کا رکھنا ناجائز ہے ان کی بیع بھی ناجائز ہے۔ ان کا **استدلال** نسائی میں حضرت جابر کی روایت سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتے کہ ثمن سے منع فرمایا اور پھر شکاری کتے کا استثناء فرمایا۔

امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا موقف اور دلیل:

کتے کی بیع مطلقا ناجائز ہے اور اس کے ثمن کا لینا حرام ہے۔ آپ کا **استدلال** حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ کی روایت سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتے کی قیمت، زانیہ کی کمائی اور نجومی کی اجرت سے منع فرمایا۔

امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کی دلیل کا رد:

1۔ اس سے مراد وہ کتا ہے جس کا رکھنا جائز نہیں۔ ورنہ روایات کے درمیان تعارض ہوگا۔

2۔ یہ حکم پہلے تھا بعد میں منسوخ ہوگیا۔ اس کے لئے ناسخ وہ احادیث ہیں جن میں الا کلب صید کا استثناء مذکور ہے۔

باب ماجاء فی کسب الحجام

سُئِلَ أَنَسٌ عَنْ كَسْبِ الحَجَّامِ، فَقَالَ أَنَسٌ: "احْتَجَمَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَجَمَهُ أَبُو طَيْبَةَ، فَأَمَرَ لَهُ بِصَاعَيْنِ مِنْ طَعَامٍ، وَكَلَّمَ أَهْلَهُ فَوَضَعُوا عَنْهُ مِنْ خَرَاجِهِ". وَقَالَ: إِنَّ أَفْضَلَ مَا تَدَاوَيْتُمْ بِهِ الحِجَامَةُ، أَوْ إِنَّ مِنْ أَمْثَلِ دَوَائِكُمُ الحِجَامَةَ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پچھنے لگانے کی اجرت سے منع کیا ہے اور اس ممانعت سے مراد تحریم نہیں ہے۔ اور اس پر قرینہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پچھنے لگانے سے حاصل ہونے والی کمائی کو غلام پر صرف کرنے کا حکم دیا۔ اگر اس کی کمائی حرام ہوتی تو اپنے غلام کو کھلانا بھی حرام ہوتا۔

باب ماجاء من الرخصة فی اکل الثمرة للمار بها

عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَنْ دَخَلَ حَائِطًا فَلْيَأْكُلْ، وَلَا يَتَّخِذْ خُبْنَةً"

اس باب کے تحت جو مسئلہ بیان کیا گیا ہے یہ عرفی مسئلہ ہے اگر مالک کی طرف سے کھانے کی اجازت ہو تو کھالے ورنہ نہ کھائے۔

باب ماجاء فی النھی عن الثنیا

Scanned by CamScanner

"نهى رسول الله ﷺ عن المحاقلة والمزابنة والمخابرة والثنيا الا ان يُعلَم"

اس حدیث میں چار قسم کی بیوع سے منع کیا گیا ہے محاقلہ اور مزابنہ کی تعریف پہلے گزر چکی ہے۔

مخابرہ کی تعریف:

زمین بٹائی پر دینے کو کہتے ہیں۔ مگر یہاں ایک خاص صورت سے منع کیا گیا ہے۔ وہ یہ کہ زمین کا مالک زمین کے کسی خاص حصے کی پیداوار کو اپنے لئے خاص کر لے کہ اس حصے کی پیداوار میری ہوگی باقی تمہاری۔

ثنیا:

استثناء کو کہتے ہیں۔ مثلاً کوئی آدمی یہ کہے کہ میں اپنے باغ کے تمام پھل تمہیں فروخت کرتا ہوں سوائے ان دو درختوں کے اور وہ دو درخت مجہول ہوں، اس سے منع کیا گیا ہے۔ ہاں اگر درخت متعین ہوں تو یہ بیع جائز ہے۔

باب ما جاء فی بیع الخمر و النهی عن ذالک

خل: سرکہ **تخلیل**: سرکہ بنانا **تخلل**: پڑے پڑے سرکہ بن جانا

خمر اگر مبیع ہے تو ثمن دیکھا جائے گا کہ پیسہ ہے تو یہ بیع باطل ہے اور اگر ثمن سامان ہو مثلاً کپڑے وغیرہ تو یہ بیع فاسد ہے۔ بہر حال گناہ دونوں صورتوں میں ہے۔

تخلیل و تخلل میں اختلاف آئمہ:

احناف رحمہم اللہ تعالیٰ کا موقف:

تخلیل و تخلل دونوں جائز ہیں۔

امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف:

تخلیل ناجائز ہے **تخلل** جائز ہے۔

دلیل:

قوله ﷺ

"لا" فی جواب أيتخذ الخمر خلاً

دليلنا:

قال رسول الله ﷺ

"يطهر الخمر بالتخليل كما يطهر الجلد بالدباغة"

امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کی دلیل کا جواب:

ان میں شراب کا چلن بہت زیادہ عام تھا اور ان کے دل میں شراب کی محبت بھی تھی تو ایسا نہ ہو کہ اس کے برتن دیکھ کا شیطان انہیں فتنے میں مبتلا کر دے اس لئے نہی میں شدت اختیار کی گئی اور اس کے برتن تک توڑ دینے کا حکم دیا۔

باب ما جاء فی بیع الجلود المیتة و الاصنام

Scanned by CamScanner

قولہ ﷺ:

"لاھو حرام"

رسول اکرم ﷺ نے مردار کی چربی کی بیع کے بارے میں فرمایا نہیں وہ حرام ہے۔ یعنی اس کی بیع جائز نہیں ہے۔

باب ماجاء فی کراھیة الرجوع من الهبة

عَنِ ابنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنهُمَا، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَيسَ لَنَا مَثَلُ السَّوءِ العَائِدُ فِي هِبَتِهِ كَالكَلبِ يَعُودُ فِي قَيئِهِ"۔

رجوع عن الهبة کے جواز اور عدم جواز میں اختلاف ہے۔

امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف اور دلیل:

اگر اپنے محرم رشتے دار کو ھبہ دیا ہو تو رجوع جائز نہیں۔ اور اگر کسی غیر کو دیا تو واپس لے سکتا ہے بشرطیکہ بدل نہ لیا ہو۔ امام اعظم کا **استدلال** ابن ماجہ کی روایت سے ہے،

"الواھب احق بھبتہ مالم یثب منھا"

امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف اور دلیل:

رجوع عن الهبة جائز نہیں۔ صرف ایک صورت میں رجوع جائز ہے جب والد اپنے بچے کو ھبہ کرے تو وہ رجوع کر سکتا ہے۔ ان کا **استدلال** اس روایت سے ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، ھبہ کر کے رجوع کرنے والا ایسا ہے جیسے کتا قے کر کے اسے چاٹ لے۔

امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کی دلیل کا رد:

اس حدیث میں یہ مذکور نہیں کہ ہبہ سے رجوع ناجائز ہے بلکہ مثال دے کر اشارہ اس طرف ہے کہ ہبہ سے رجوع مروت کے خلاف ہے۔

باب ماجاء فی العرایا والرخصة فیھا

عَن زَيدِ بنِ ثَابِتٍ، "أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الْمُحَاقَلَةِ، وَالْمُزَابَنَةِ، إِلَّا أَنَّهُ قَدْ أَذِنَ لِأَهْلِ الْعَرَايَا، أَنْ يَبِيعُوهَا بِمِثْلِ خَرْصِهَا"

عرایا میں امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف:

عرایا بیع مزابنہ ہی ہے لیکن اس میں پانچ وثق کا استثناء ہے، پانچ وثق تک اجازت دی گئی ہے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ اگر کوئی شخص درخت پر لگی ہوئی کھجوروں کی بیع توڑی ہوئی کھجوروں سے کرتا ہے اور وہ کھجوریں پانچ وثق سے کم ہیں تو یہ بیع عرایا ہے اور جائز ہے۔

عرایا میں امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف:

عرایا صورۃ مزابنہ ہے لیکن حقیقتاً یہ بیع ہے ہی نہیں۔ عرایا کی صورت یہ ہے کہ باغ والا چند درخت کسی کو ہبہ کر دیتا ہے اور موحوب لہ پھل اتارنے کے لئے بار بار باغ کے چکر لگاتا ہے جس سے باغ والے کو دشواری ہوتی ہے تو وہ اس سے کہتا ہے کہ اس درخت پر انداز اتنی کھجوریں ہیں آپ وہ کھجوریں چھوڑ دو اور مجھ سے اتنی مقدار میں توڑی ہوئی کھجوریں لے لو۔ عرایا صورۃ تو بیع ہے لیکن حقیقۃً نہیں ہے۔

باب ماجاء فی کراھیة النجش

Scanned by CamScanner

قَالَ (رسول اللہ ﷺ): "لَاتَنَاجَشُوا"

نجش یہ ہے کہ کوئی ماہر تجارت آئے اور خریدار کی موجودگی میں تاجر کے پاس آ کر سامان کی اصل قیمت سے زیادہ مول لگائے اور مقصد خریدنا نہ ہو بلکہ صرف خریدار کو دھوکہ دینا ہو۔

باب ماجاء فی المنابذة و الملامسة

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: "نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الْمُنَابَذَةِ، وَالْمُلَامَسَةِ".

منابذہ:

منابذہ یہ نبذ سے ہے لغوی معنی ہے پھینکنا۔ اور اصطلاح میں بیع منابذہ وہ ہے کہ بائع مشتری سے کہے کہ جب میں مبیع تمہاری طرف پھینکوں گا اس وقت بیع لازم ہو جائے گی۔

ملامسہ:

ملامسہ لمس سے ہے اور اس کا لغوی معنی ہے ہاتھ لگانا۔ اور اصطلاح میں ملامسہ یہ ہے کہ مشتری، بائع سے کہے کہ جس وقت میں مبیع کو ہاتھ لگاؤں گا اس وقت بیع لازم ہو جائے گی۔

ان دونوں بیوع سے رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے کیوں کہ ان میں غدر ہے۔

باب ماجاء فی السّلف فی الطّعام و التّمر

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَدِمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ، وَهُمْ يُسْلِفُونَ فِي الثَّمَرِ، فَقَالَ: "مَنْ أَسْلَفَ فَلْيُسْلِفْ فِي كَيْلٍ مَعْلُومٍ، وَوَزْنٍ مَعْلُومٍ إِلَى أَجَلٍ مَعْلُومٍ".

بیع سلم کی تعریف:

"اخذ الآجل بالعاجل" یعنی نقد ثمن کے عوض ادھار مبیع لینا۔

حیوان میں بیع سلم کے جواز اور عدم جواز میں اختلاف علماء:

امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف:

حیوان میں بیع سلم جائز نہیں ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف اور دلیل:

اگر حیوان کی صفت، نوع، جنس اور عمر بیان کردی تو اب حیوان میں بیع سلم جائز ہے۔ ان کی **دلیل** یہ ہے کہ جب جانور کی جنس، نوع، عمر اور صفت بیان کردی تو وہ معلوم المقدار و الصفۃ ہو گیا اور معلوم المقدار و الصفۃ مبیع میں بیع سلم درست ہے۔

امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کی دلیل اور امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کی دلیل کا رد:

جانور کی جنس، نوع، عمر اور صفت بیان کرنے کے باوجود باطنی امور میں خفاء اور پوشیدگی ہوتی ہے اور ان حوالوں سے لین دین میں جھگڑا ہوتا ہے اور ہر وہ عقد جو **مفضی الی النزاع** ہو فاسد ہوتا ہے۔ اس لئے حیوان کی بیع سلم بھی فاسد ہے۔

باب ماجاء فی ارض المشترک یرید بعضهم بیع نصیبه

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، أَنَّ نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَنْ كَانَ لَهُ شَرِيكٌ فِي حَائِطٍ، فَلَا يَبِيعُ نَصِيبَهُ مِنْ ذَلِكَ، حَتَّى يَعْرِضَهُ عَلَى شَرِيكِهِ".

ایک آدمی مشترک زمین سے اپنا حصہ فروخت کرنا چاہتا ہے۔ وہ اپنے شریک پر اپنے حصے کو پیش کرتا ہے اور شریک خریدنے سے انکار کر دیتا ہے تو شریک کے حق شفعہ کے ساقط ہونے یا

... کا اختلاف ہے۔

Scanned by CamScanner

امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف اور دلیل:

حق شفعہ ساقط ہوجائے گا۔ اس لئے کہ اسے خریدنے کا موقع دیا گیا اور اس نے انکار کردیا اب کوئی اور خریدے گا تو بیع تام ہوجائے گی اور اس پر شفعہ نہیں ہوسکتا۔

امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف اور دلیل:

حق شفعہ ساقط نہیں ہوگا۔ اس لئے کہ حق شفعہ بیع سے ثابت ہوتا ہے جب تک شریک نے بیع نہیں کی تو اس وقت تک تو حق شفعہ ثابت ہی نہیں ہوا اور جب حق شفعہ ثابت نہیں ہوا تو باطل کیسے ہوجائے گا۔

باب ماجاء فی المخابرۃ و المعاومۃ

عَنْ جَابِرٍ، "أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الْمُحَاقَلَةِ، وَالْمُزَابَنَةِ، وَالْمُخَابَرَةِ، وَالْمُعَاوَمَةِ، وَرَخَّصَ فِي الْعَرَايَا".

معاومہ کی تعریف:

باغ کے پھلوں کو ایک سال یا زائد مدت کے لئے فروخت کرنا۔ یہ ناجائز ہے اس لئے کہ مبیع معدوم ہے۔

باب ماجاء فی استقراض البعیر او الشیئ من الحیوان

"استقرض رسول اللہ ﷺ سنا فاعطی سنا خیرا من سنه و قال خیارکم احاسنکم قضاء"

حیوان کو بطور قرض لینے پر اختلاف علماء

امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کی دلیل اور مؤقف:

حیوان کو قرض لینا جائز نہیں ہے۔ اس لئے کہ **استقراض، ذوات الامثال** میں ہوتا ہے **ذوات القیم** میں **استقراض** جائز نہیں ہے۔ اس لئے کہ قانون یہ ہے کہ "**الاقراض تقضی بالامثالھا**" لہذا قرض کے لئے مثلی ہونا ضروری ہے اور حیوان عددی متفاوت ہے اس کا **استقراض** صحیح نہیں۔ کیوں کہ قرض میں تماثل ضروری ہے اور حیوان میں تماثل نہیں ہوسکتا۔

امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف اور دلیل:

حیوان کو قرض لینا جائز ہے۔ اور آپ کا **استدلال** مذکورہ حدیث پاک سے ہے جس میں حیوان کو قرض لینے کا ذکر ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کی دلیل کا رد:

یہ روایت اور اس کی طرح کی تمام روایات حرمت ربا کے نزول سے پہلے کی ہیں۔

Scanned by CamScanner

ابواب الاحکام

احکام، حکم کی جمع ہے اور حکم کا معنی ہے فیصلہ۔ اس مقام پر اس سے مراد ہے قاضی کا فیصلہ۔

سوال:

منصب قضاء کو قبول کرنے کے بارے میں راویتوں میں تعارض ہے۔ ایک روایت میں مذکور ہے " **فقد ذبح بغیر سکین** " اور دوسری روایت میں ہے کہ جو آدمی عدل سے فیصلہ کرے اس کا یہ فیصلہ ستر سال کی عبادت سے افضل ہے۔ اسی طرح علماء کا عمل بھی متعارض ہے۔ امام اعظم رحمہ اللہ تعالی نے منصب قضاء سے فرار اختیار کیا اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالی نے منصب قضاء کو اختیار کیا اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب:

تطبیق اس طرح ہے کہ جو آدمی منصب قضاء کا اہل ہو اور اس کے حصول کے لئے خواہش اور کوشش نہ کرے اور جبرا اس کو دیا جائے اور پھر عدل سے فیصلہ کرے اس کو ستر سال کی عبادت سے افضل قرار دیا گیا ہے۔ اور جو آدمی اس منصب کا اہل نہ ہو اور وہ اس منصب کو قبول کرلے یا اہل تو ہے پر اپنی سعی یا کوشش سے حاصل کرے اس کو بغیر چھری کے ذبح ہونے کے مترادف قرار دیا گیا ہے۔

سوال:

حضرت یوسف علیہ الصلوۃ والسلام نے " **اجعلنی علی خزائن الارض** " کہہ کر منصب کو طلب کیا تھا اس سے پتا چلا کہ منصب طلب کرنا جائز ہے۔

جواب:

یہ ایک استثنائی صورت ہے۔ اور وہ یہ کہ جب اس منصب کا اہل موجود نہ ہو اور اندیشہ ہو کہ نا اہل کے آنے سے لوگوں کو انصاف نہیں ملے گا تو ایسی صورت میں منصب کا مطالبہ جائز ہی نہیں بلکہ اولی ہے۔

باب ماجاء فی القاضی کیف یقضی

"ان رسول اللہ ﷺ بعث معاذا الی الیمن فقال کیف تقضی فقال اقضی بما فی کتاب اللہ ـــــ"

اس حدیث مبارکہ سے ادلہ شرعیہ کی ترتیب معلوم ہوگئی کہ سب سے اول قرآن کریم پھر سنت رسول اللہ ﷺ اور پھر اجتہاد کیوں کہ حضرت معاذ نے یہ ہی ترتیب بیان کی۔ اور رسول اللہ ﷺ اس پر خوش ہوئے۔

یہ حدیث مبارکہ تقلید شخصی کے ثبوت پر دلیل ہے نیز قیاس اور اجتہاد کے جواز پر بھی صریح دلیل ہے۔

باب ماجاء فی هدایا الامراء

عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ، قَالَ: بَعَثَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْيَمَنِ، فَلَمَّا سِرْتُ أَرْسَلَ فِي أَثَرِي فَرُدِدْتُ، فَقَالَ: "أَتَدْرِي لِمَ بَعَثْتُ إِلَيْكَ؟ لَا تُصِيبَنَّ شَيْئًا بِغَيْرِ إِذْنِي فَإِنَّهُ غُلُولٌ وَمَنْ يَغْلُلْ يَأْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، لِهَذَا دَعَوْتُكَ فَامْضِ لِعَمَلِكَ".

اس باب میں امراء کے لیے ہدیہ قبول کرنے کا حکم بیان کیا گیا ہے۔ امراء کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ لوگوں سے ہدیہ قبول کریں کیوں کہ لوگ امراء کو جو ہدیہ دیتے ہیں اس کے پیچھے ان کا کوئی مقصد فاسد ہو سکتا ہے لہذا وہ ہدیہ اس کے لئے رشوت کے حکم میں ہوگا۔ اگر منصب پر فائز ہونے سے پہلے بھی کوئی شخص اس کو ہدیہ وغیرہ دیتا رہتا تھا تو ان منصب پر فائز ہونے کے بعد اس کا ہدیہ قبول کرنے میں حرج نہیں۔

Scanned by CamScanner

باب ما جاء فی التشدید علی من یُقضی له بشیئ لیس له ان یخذه

قولہ ﷺ

"فانما اقطع له قطعة من النار فلا یاخذ منه شیئا"

قاضی کا فیصلہ صرف ظاہرا نافذ ہوتا ہے یا ظاہرا اور باطنا دونوں طرح نافذ ہوتا ہے اسمیں اختلاف ہے۔

امام اعظم کا مؤقف اور دلیل:

قاضی کا فیصلہ ظاہرا اور باطنا دونوں طرح نافذ ہوتا ہے۔ آپ کی استدلال کتاب الاصل میں حضرت علی کے واقع سے ہے وہ یہ کہ ایک آدمی نے ایک عورت کو نکاح کا پیغام دیا اس نے انکار کردیا۔ پھر اس نے حضرت علی کی عدالت میں دعویٰ کیا کہ یہ میری منکوحہ ہے اور گواہ پیش کردیے۔ حضرت علی نے منکوحہ ہونے کا فیصلہ کردیا۔ پھر اس عورت نے کہا کہ میں یقینا جانتی ہوں کہ یہ کاذب ہے لیکن جب آپ نے فیصلہ کرہی دیا ہے تو پھر میرا اس کے ساتھ نکاح کردیں تاکہ حرام کا ارتکاب نہ ہو۔ حضرت علی نے فرمایا کہ شہادت سے واقعہ نکاح نفس الامری آگیا نکاح جدید کی ضرورت نہیں۔ لیکن امام اعظم کے نزدیک قضاء قاضی کے باطنا نافذ ہونے کے لئے پانچ شرائط ہیں۔

شرائط:

1۔ قاضی کا فیصلہ عقود یا فسوخ کے متعلق ہو۔ یعنی عقد کرنے یا عقد کو فسخ کرنے کا دعوی ہو۔
2۔ املاک مرسلہ کا دعویٰ نہ ہو۔ املاک مرسلہ سے مراد یہ ہے کہ کوئی آدمی کسی شے کے بارے میں اپنی ملکیت کا دعویٰ کرے لیکن سبب ملکیت بیان نہ کرے۔
3۔ وہ معاملہ انشاء کا احتمال رکھتا ہو۔ یعنی اس بات کا احتمال ہو کہ وہ عقد اب قائم کردیا جائے۔ مثلا معاملہ نکاح ہو۔
4۔ وہ محل قابل للعقد ہو مثلا اجنبیہ کے بارے میں نکاح کا دعویٰ کرنا۔
5۔ قاضی نے بینہ کی بنیاد پر یا مدعی علیہ کے **نکول عن الیمین** کی بنیاد پر فیصلہ کیا ہو۔ ان شرائط کے ساتھ قضاء قاضی ظاہرا اور باطنا نافذ ہوگی۔

آئمہ ثلاثہ کا مؤقف اور دلیل:

قاضی کا فیصلہ ظاہرا نافذ ہوتا ہے، باطنا نافذ ہونا ضروری نہیں۔ ان کا استدلال زیر بحث باب کی روایت سے ہے جس میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اگر میں تم میں سے کسی کے حق میں کوئی فیصلہ دے دوں لیکن حقیقت میں وہ دوسرے کا حق ہو تو وہ اس کے حق میں آگ کا ٹکڑا ہوگا۔ اس سے معلوم ہوا کہ قاضی کا فیصلہ صرف ظاہرا نافذ ہوگا نہ کہ باطنا۔

رد:

یہ حدیث املاک مرسلہ کے بارے میں ہے، عقد اور فسخ سے متعلق نہیں۔ اس پر قرینہ یہ ہے کہ یہ حدیث ابوداؤد میں بھی مذکور ہے اور اس میں صراحتا مذکور ہے کہ وہ معاملہ میراث کا تھا اور میراث کے اندر انشاء کا احتمال نہیں ہے۔ اس لئے اس میں آپ کا فیصلہ ظاہرا نافذ ہوا نہ کہ باطنا۔

باب ما جاء فی الیمین مع الشاهد

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: "قَضَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْيَمِينِ مَعَ الشَّاهِدِ الْوَاحِدِ"

اگر مدعی کے پاس ایک گواہ ہو تو دوسرے گواہ کی جگہ قسم لے کر فیصلہ کرنے یا نہ کرنے میں اختلاف ہے۔

امام اعظم کا مؤقف اور دلیل:

امام اعظم کے نزدیک مدعی پر بینہ ہے اگر مدعی دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں بینہ میں نہ دے سکے تو مدعی علیہ سے قسم لی جائے گی۔ آپ کی دلیل قرآن پاک کی آیت ہے۔ اللہ رب العزت نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا۔ "**واستشهدوا اشاهدین۔۔۔ الخ**" اس آیت میں شہادت کا نصاب بیان کیا گیا ہے کہ نصاب شہادت دو مرد ہیں یا ایک مرد اور دو عورتیں ہیں۔ اس میں یہ مذکور نہیں کہ ایک مرد کی شہادت کے ساتھ دوسرے کی جگہ قسم لی جائے گی۔

نیز ترمذی میں مشہور حدیث ہے،

"البینۃ علی المدعی والیمین علی من انکر"

بینہ دینا مدعی کی ذمہ داری قرار دی ہے اور یمین مدعی علیہ کا وظیفہ ہے۔ گویا دونوں کہ وظائف کی تقسیم کردی اور تقسیم شرکت کے منافی ہے۔ لہذا مدعی علیہ سے بینہ کا اور مدعی سے یمین
مطالبہ نہیں کیا جاسکتا۔

آئمہ ثلاثہ کا مؤقف اور دلیل:

آئمہ ثلاثہ کے نزدیک اگر مدعی کے پاس ایک گواہ نہ ہو تو دوسرے گواہ کی جگہ قسم لی جائے گی۔ آپ حضرات کا استدلال زیر بحث باب کی روایت سے ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک
شاہد کی موجودگی میں یمین کے ساتھ فیصلہ کیا۔

رد

1۔ اس حدیث کا یہ مطلب نہیں جو آپ نے سمجھا ہے بلکہ یہ ہے کہ مدعی کے پاس ایک گواہ تھا اس لئے آپ ﷺ نے مدعی علیہ سے قسم لے کر فیصلہ فرمادیا۔ اس اعتبار سے
قضاء کے اصول کے مطابق ہے۔

2۔ نصاب شہادت کا ثبوت قرآن پاک سے ہے اور یہ حدیث خبر واحد ہے، اور خبر واحد کی وجہ سے کتاب اللہ پر زیادتی ناجائز ہے۔

باب ماجاء فی العمریٰ

عَنْ سَمُرَةَ، أَنَّ نَبِيَّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "الْعُمْرَى جَائِزَةٌ لِأَهْلِهَا، أَوْ مِيرَاثٌ لِأَهْلِهَا"

عمریٰ کی تعریف:

وہ گھر جس کے بارے میں اس گھر کا مالک دوسرے شخص کو یہ کہہ دے کہ یہ میں نے عمر بھر کے لئے تیرے نام کردیا۔ جو آدمی عمری دے اسے معمر کہتے ہیں جس کو دیا جائے اسے معمرا
کہتے ہیں اور جو چیز دی جائے اس کو عمریٰ کہتے ہیں۔

عمری کی تین صورتیں ہیں

1۔ معمر کہے، "اعمرتک ھذا الدار وھی لک ولعقبک" "یہ گھر تمہیں عمری کے طور پر دے دیا، یہ تمہارا اور تمہارے وارثوں کو ہے۔

2۔ معمر کہے، "داری لک العمری ماعشتَ فان متَّ فھی راجعۃ الی" "یعنی میں نے تمہیں اپنا گھر عمری کے طور پر دیا جب تک تم زندہ ہو جب تمہارا انتقال ہو جائے
یہ میرے پاس واپس آجائے گا۔

3۔ معمر کہے، "اعمرتک ھذا الدار" کہ میں نے عمری کے طور پر اپنا گھر دے دیا اور یہ تصریح نہ کی کہ معمر کے مرنے کے بعد کیا ہوگا۔

عمریٰ کے حکم میں امام مالک کا مؤقف:

تینوں صورتوں میں عمریٰ عاریت پر محمول ہوگا۔ اور معمر کی طرف لوٹے گا۔

عمریٰ کے حکم میں آئمہ ثلاثہ کا مؤقف:

عمریٰ تینوں صورتوں میں ہبہ ہے۔ اور معمرلہ کے مرنے کے بعد اسمیں معمرلہ کے وارثین کا حق ہوگا۔

باب ماجاء فی الرقبیٰ

عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "الْعُمْرَى جَائِزَةٌ لِأَهْلِهَا، وَالرُّقْبَى جَائِزَةٌ لِأَهْلِهَا".

"رقبیٰ" ہبہ کی ایک قسم ہے اس کا معنی ہے انتظار کرنا۔ اصطلاح میں رقبیٰ کی تعریف یہ ہے کہ کوئی آدمی دوسرے سے کہے کہ میرا گھر تمہارے لئے ہے اگر تم زندہ رہے اگر تم مجھ سے پہلے
مر گئے تو میں یہ شے واپس لے لوں گا۔

Scanned by CamScanner

امام اعظم اور امام محمد:

رقبہ عاریہ ہے تملیک نہیں ہے۔

امام ابو یوسف کا مؤقف:

امام ابو یوسف کے نزدیک رقبیٰ ہبہ ہی ہے۔

باب ماذکر عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم فی الصلح بین الناس

قولہ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم

"الصلح جائز بین المسلمین الا صلحا حرم حلالا او احل حراما والمسلمون علی شروطھم الا شرطا حرم حلالا او احل حراما"

وہ صلح جو کسی امر حرام کو حلال کر دے یا کسی امر حلال کو حرام کر دے وہ صلح جائز نہیں ہے۔ جیسے اس شرط پر صلح کرنا کہ اپنے ماں باپ سے قطع تعلق کرو گے۔

اختلاف:

احناف رحمہم اللہ تعالیٰ کا مؤقف:

اقرار، انکار اور سکوت تینوں صورتوں میں صلح ہو سکتی ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف:

امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ صرف اقرار کی صورت میں صلح کے قائل ہیں۔

باب ماجاء فی الرجل یضع علی حائط جارہ خشبا

قول ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ

"واللہ لَاَرْمِیَنَّ بھا بین اکتافکم"

امام اعظم، امام شافعی، امام مالک رحمہم اللہ تعالیٰ کا مؤقف:

یہ ندب کے لئے ہے نہ کہ وجوب کے لئے۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف:

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ اس کے وجوب کے قائل ہیں کہ اجازت دینا واجب ہے منع نہیں کر سکتا۔

دلیلنا:

حدیث پاک میں ہے کہ جب لوگوں نے یہ بات سنی تو اپنے سر جھکا لئے گویا کہ اعراض کی کیفیت تھی، تو یہ اس بات پر دلیل ہے کہ یہ وجوب کے لئے نہیں ہے بلکہ استحباب کے لئے ہے اگر وجوب کے لئے ہوتی تو تمام لوگ اعراض پر جمع نہ ہوتے۔ نہی صرف حرمت کے لئے نہیں ہوتی بلکہ خلاف اولیٰ کے لئے بھی ہوتی ہے۔

"لَاَرْمِیَنَّ" کا مطلب یہ نہیں ہے کہ میں اس کو تم پر لازم کروں گا بلکہ یہ مطلب ہے کہ میں تم تک یہ بات ضرور پہنچاؤں گا۔

Scanned by CamScanner

باب ماجاء ان الیمین علی مایصدقه صاحبه

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کا موقف:

قسم لینے والے (مستحلف) کی نیت معتبر ہوگی نہ کہ قسم کھانے والے (حالف) کی۔

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا موقف:

قسم لینے والا (مستحلف) ظالم ہو تو قسم کھانے والے (حالف) کی نیت کا اعتبار ہوگا۔ اگر قسم کھانے والا (حالف) ظالم ہو تو قسم لینے والے (مستحلف) کی نیت کا اعتبار ہوگا۔

باب ماجاء فی تخییر الغلام بین ابویه اذا افترقا

"خَیّرَ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) غلاما بین ابیه امه"

بچہ جب چھوٹا ہو تو ماں زیادہ حقدار ہے اور جب سات سال کا ہو جائے تو اختیار دیا جائے گا۔

باب ماجاء ان الوالد یاخذ من مال ولده

قوله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

"ان اطیب ما اکلتم من کسبکم وان اولادکم من کسبکم"

سب سے زیادہ پاکیزہ وہ ہے جو تم اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھاؤ، کیونکہ اس میں نہیں ہوتا۔ اور والد اپنے بیٹے کے مال سے لے سکتا ہے۔ اگر والد کا کوئی ذریعہ آمدن نہ ہو تو بیٹے پر والد کا نفقہ واجب ہے۔

باب ماجاء فی من یُکسَرَ له الشیئ مایحکم من مال الکاسر

قوله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

"طعام بطعام و إناءٌ بإناءٍ"

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا پیالہ گرانا تقاضی بشریت کی بنا پر تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے ہاں موجود ہیں تو میں ہی ان کی خدمت کا شرف حاصل کروں۔ بغض اور عداوت کی بنا پر نہیں تھا۔

باب ماجاء فی حد بلوغ الرجل والمرأة

احناف رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک لڑکی اور لڑکے کی بلوغت کی حد زیادہ سے زیادہ پندرہ سال ہے، اور کم از کم لڑکے کی بارہ سال اور لڑکی کی نو سال ہے۔ زیر ناف بالوں کا ظاہر ہونا، احتلام ہونا بھی بلوغت کی نشانی ہے۔

Scanned by CamScanner

باب ماجاء فی من تزوج امرأة ابیه

سوتیلی ماں حقیقی ماں کے برابر حرام قطعی ہے۔اللہ عزوجل نے قرآن عظیم میں ماں کی حرمت سے پہلے سوتیلی ماں کی حرمت بیان فرمائی ہے۔

عَنِ الْبَرَاءِ، قَالَ: مَرَّ بِي خَالِي أَبُو بُرْدَةَ بْنُ نِيَارٍ وَمَعَهُ لِوَاءٌ، فَقُلْتُ: أَيْنَ تُرِيدُ، قَالَ: "بَعَثَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى رَجُلٍ تَزَوَّجَ امْرَأَةَ أَبِيهِ، أَنْ آتِيَهُ بِرَأْسِهِ". قَالَ: بَعَثَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى رَجُلٍ تَزَوَّجَ امْرَأَةَ أَبِيهِ، أَنْ آتِيَهُ بِرَأْسِهِ

سوتیلی ماں سے نکاح کرنے والے پر حد زنا ہے یا نہیں۔اس میں اختلاف ہے۔

احناف رحمہم اللہ تعالی کا موقف:

حد زنا جاری نہیں ہوگی۔احناف رحمہم اللہ تعالی کی دلیل یہ ہے کہ یہ زنا نہیں ہے اگرچہ زنا سے زیادہ سخت ہے جیسے لواطت کا حکم ہے۔

آئمہ ثلاثہ رحمہم اللہ تعالی کا موقف:

آپ حضرات کے نزدیک حد زنا جاری ہوگی۔ان کی دلیل یہی حدیث مبارکہ ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بردہ بن نیار رضی اللہ عنہ کو اس شخص کا سر لانے کا حکم دیا جس نے اپنے والد کی دوسری بیوی سے نکاح کیا تھا۔

رد:

یہ حدیث مبارکہ ہمارے موقف کے خلاف نہیں ہے۔زنا کی حد کوڑے یا رجم ہے اور اس حدیث مبارکہ میں نہ ہی کوڑوں کا حکم ہے اور نہ ہی رجم کا۔اس میں حد نہیں بلکہ قاضی کی ثواب دید پر ہے۔

باب ماجاء فی الرجلین یکون احدهما اسفل من آخر فی الماء

عَنْ عُرْوَةَ أَنَّهُ حَدَّثَهُ، أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ الزُّبَيْرِ حَدَّثَهُ، أَنَّ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ خَاصَمَ الزُّبَيْرَ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي شِرَاجِ الْحَرَّةِ الَّتِي يَسْقُونَ بِهَا النَّخْلَ، فَقَالَ الْأَنْصَارِيُّ: سَرِّحِ الْمَاءَ يَمُرُّ فَأَبَى عَلَيْهِ، فَاخْتَصَمُوا عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلزُّبَيْرِ: "اسْقِ يَا زُبَيْرُ، ثُمَّ أَرْسِلِ الْمَاءَ إِلَى جَارِكَ"، فَغَضِبَ الْأَنْصَارِيُّ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَنْ كَانَ ابْنَ عَمَّتِكَ، فَتَلَوَّنَ وَجْهُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ قَالَ: "يَا زُبَيْرُ، اسْقِ ثُمَّ احْبِسِ الْمَاءَ حَتَّى يَرْجِعَ إِلَى الْجَدْرِ"، فَقَالَ الزُّبَيْرُ: وَاللَّهِ إِنِّي لَأَحْسِبُ نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ فِي ذَلِكَ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ سورة النساء آية 65

جس طرف سے چشمہ بہہ رہا ہے پانی پر پہلے اس طرف رہنے والے کا حق ہے بعد میں دوسرے کا۔

بَابُ مَا جَاءَ فِيمَنْ يُعْتِقُ مَمَالِيكَهُ عِنْدَ مَوْتِهِ وَلَيْسَ لَهُ مَالٌ غَيْرُهُمْ

Scanned by CamScanner

احناف رحمہم اللہ تعالی کا موقف:

احناف رحمہم اللہ تعالی کا موقف یہ ہے کہ قرعہ اندازی نہیں کی جائے گی۔ بلکہ ہر غلام کا تہائی آزاد ہوگا۔

آئمہ ثلاثہ رحمہم اللہ تعالی کا موقف:

آئمہ ثلاثہ رحمہم اللہ تعالی کا موقف اس بارے میں قرعہ اندازی کرنے کا ہے۔ ان کی دلیل یہ ہی حدیث مبارکہ ہے جس میں پیارے آقا ﷺ نے قرعہ ڈال کر دو غلام آزاد کر... اور چار کو غلام ہی رہنے دیا۔

رد:

قرعہ نہیں ہے یہ فقط دل خوش کرنے کے لئے تھا۔
قرعہ پہلے تھا بعد میں یہ منسوخ ہو گیا۔

بَاب مَا جَاءَ فِيمَنْ مَلَكَ ذَا رَحِمٍ مَحْرَمٍ

قَالَ (رسول اللہ ﷺ) مَنْ مَلَكَ ذَا رَحِمٍ مَحْرَمٍ فَهُوَ حُرٌّ

اس مسئلہ میں آئمہ کا اختلاف ہے۔

احناف رحمہم اللہ تعالی کا موقف:

یہ حدیث مبارکہ مطلق ہے۔ یعنی ذی رحم کوئی سا بھی ہو بہر صورت آزادی ہوگی۔

امام شافعی رحمہ اللہ تعالی کا موقف:

آزادی صرف عصبات میں ہوگی غیر عصبات میں نہیں۔

بَاب مَا جَاءَ فِيمَنْ زَرَعَ فِي أَرْضِ قَوْمٍ بِغَيْرِ إِذْنِهِمْ

قولہ ﷺ

مَنْ زَرَعَ فِي أَرْضِ قَوْمٍ بِغَيْرِ إِذْنِهِمْ فَلَيْسَ لَهُ مِنَ الزَّرْعِ شَيْءٌ وَلَهُ نَفَقَتُهُ

اگر کسی نے زمین کے مالک کی اجازت کے بغیر اس کی زمین میں کاشت کی تو فصل کاٹنے سے پہلے مالک نے زمین واپس حاصل کی تو حاصل شدہ پیداوار کس کی ہوگی، مالک زمین کی یا غاصب کی؟ (امام اعظم کے نزدیک عقار کا غصب متحقق نہیں ہوتا مگر لغوی اعتبار سے اس پر غصب کا اطلاق ہو سکتا ہے۔)

جمہور کا موقف:

حاصل شدہ پیداوار پر غاصب کا حق ہے۔ لیکن وہ زمین کا کرایہ ادا کرے گا۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ جب غاصب مغصوبہ شے کا تاوان ادا کرتا ہے تو اس کا مالک بن جاتا ہے۔ اور یہاں پیداوار اسی کے بیج سے حاصل ہوئی ہے۔ لہذا جب وہ تاوان ادا کرے گا تو پیداوار اس کی ہی ہوگی۔

امام احمد رحمہ اللہ تعالی کا موقف:

حاصل شدہ پیداوار مالک زمین کا حق ہے البتہ وہ غاصب زمین کو اس کے اخراجات ادا کرے گا۔ امام احمد رحمہ اللہ تعالی کی استدلال مذکورہ حدیث مبارکہ ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ پیداوار پر مالک زمین کا حق ہے اور غاصب کو اسکے اخراجات دیئے جائیں گے۔

بَاب مَا جَاءَ فِي النُّحْلِ وَالتَّسْوِيَةِ بَيْنَ الْوَلَدِ

Scanned by CamScanner

عَنْ النُّعْمَانِ بنِ بَشِيرٍ، أَنَّ أَبَاهُ نَحَلَ ابْنًا لَهُ غُلامًا، فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُشْهِدُهُ، فَقَالَ: "أَكُلَّ وَلَدِكَ نَحَلْتَهُ مِثْلَ مَا نَحَلْتَ هَذَا"، قَالَ: لَا، قَالَ: "فَارْدُدْهُ"

''نحل'' عطیہ اور ہبہ کو کہتے ہیں جو بغیر کسی عوض واستحقاق کے دیا جائے۔

اس پر سب کا اتفاق ہے اگر باپ اپنی اولاد کو کوئی عطیہ دینا چاہے تو اسکو برابری رکھنی چاہیئے۔لیکن اگر اس نے کسی کو زیادہ اور کسی کو کم دیا تو اس کا حکم کیا ہے؟ حرام ہے یا مکروہ۔

حنابلہ رحمہم اللہ تعالیٰ:

ایسا کرنا حرام ہے۔**دلیل** حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا''اپنی اولاد میں عدل کرو'' اور آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''**لا اشهد على جور**'' اور آپ کا استدلال مذکورہ حدیث میں "**فارددہ**" کے الفاظ سے بھی ہے۔

آئمہ ثلاثہ رحمہم اللہ تعالیٰ کا موقف:

ایسا کرنا مکروہ ہے۔آپ حضرات کا استدلال حدیث مبارکہ کے اس حصے سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''**لا اشهد على جور فاشهد على هذا غيرى**'' اگر یہ حرام ہوتا تو سرکار صلی اللہ علیہ وسلم ''**فاشهد على هذا غيرى**'' نہ فرماتے۔

نیز حدیث مبارکہ کا یہ حصہ'' **فارددہ**'' اس بات پر دال ہے کہ پہلے والا ہبہ نافذ ہو چکا تھا۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي الشُّفْعَةِ

عَنْ سَمُرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "جَارُ الدَّارِ أَحَقُّ بِالدَّارِ"

شفعہ لغت میں ضم یعنی ملانے کو کہتے ہیں۔ پڑوسی کے لئے حق شفعہ ہے یا نہیں اس میں اختلاف ہے۔

امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کا موقف:

جار کو حق شفعہ حاصل ہے۔آپ کی **دلیل** مذکورہ حدیث مبارکہ ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گھر کا پڑوسی گھر کا زیادہ حق دار ہے۔نیز ایک حدیث پاک میں ہے''**الجار احق بسقبه**'' یعنی پڑوسی شفعہ کا زیادہ حق دار ہے۔

آئمہ ثلاثہ رحمہم اللہ تعالیٰ کا موقف:

جار کو حق شفعہ حاصل نہیں ہے۔آپ حضرات کی دلیل یہ حدیث مبارکہ ہے''**إِذَا وَقَعَتِ الْحُدُودُ، وَصُرِفَتِ الطُّرُقُ، فَلَا شُفْعَةَ**'' یعنی جب حد بندی ہو جائے اور راستے الگ الگ کر دیے جائیں تو شفعہ نہیں۔

رد:

حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جب حدود قائم ہو جائیں اور راستے جدا ہو جائیں اس زمین میں تقسیم کاری کی جائے تو اس میں شفعہ نہیں۔کیونکہ یہاں بیع نہیں کی جا رہی کہ اسمیں حق شفعہ ملے۔اور باقی رہا یہ کہ اس حدیث میں''**فَلَا شُفْعَةَ**'' کے الفاظ کیوں لائے گئے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں بھی تملیک ہوتی ہے اور بیع میں بھی تملیک ہوتی ہے کہیں کوئی اسے بیع پر قیاس نہ کر لے اس لئے''**فَلَا شُفْعَةَ**'' فرمایا۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي اللُّقَطَةِ وَضَالَّةِ الإِبِلِ وَالْغَنَمِ

عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ، أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ اللُّقَطَةِ، فَقَالَ: "عَرِّفْهَا سَنَةً، ثُمَّ اعْرِفْ وِكَاءَهَا، وَوِعَاءَهَا، وَعِفَاصَهَا، ثُمَّ اسْتَنْفِقْ بِهَا فَإِنْ جَاءَ رَبُّهَا فَأَدِّهَا إِلَيْهِ"، فَقَالَ لَهُ: يَا رَسُولَ اللهِ، فَضَالَّةُ الْغَنَمِ؟ فَقَالَ: "خُذْهَا فَإِنَّمَا هِيَ لَكَ أَوْ لِأَخِيكَ أَوْ لِلذِّئْبِ"، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، فَضَالَّةُ الإِبِلِ؟ قَالَ: فَغَضِبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى احْمَرَّتْ وَجْنَتَاهُ، أَوِ احْمَرَّ وَجْهُهُ، فَقَالَ: "مَا لَكَ وَلَهَا مَعَهَا حِذَاؤُهَا، وَسِقَاؤُهَا، حَتَّى تَلْقَى رَبَّهَا".

Scanned by CamScanner

لقطہ سے نفع کون اٹھا سکتا ہے اس میں آئمہ کا اختلاف ہے۔

امام شافعی اور امام احمد کا موقف:

لقطہ اٹھانے والا چاہے غنی ہو یا فقیر لقطہ سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ آپ حضرات کا استدلال حضرت ابی بن کعب کی حدیث مبارکہ سے ہے کہ انہیں سو دینار کی تھیلی ملی اور انھوں نے اس کے مالک کو نہ پایا تو رسول اللہ ﷺ نے انھیں اس تھیلی کو استعمال کرنے کی اجازت عطا فرمائی۔

امام اعظم کا موقف:

صرف فقیر نفع اٹھا سکتا ہے۔ امام شافعی کی روایت کا جواب یوں ہے کہ حالات مختلف ہوتے رہتے ہیں ہو سکتا ہے جب آپ ﷺ نے اس تھیلی کو استعمال کرنے کا حکم دیا اس وقت حضرت ابی بن کعب نادار تھے۔

باب نمبر ۳۵

صفی پالاڈر فوٹو اسٹیٹ اینڈ کمپیوٹر کمپوزنگ
محبوب پول چوک بالا منزل کے اندر تشریف لائیں
راشد علی: 03132636660

Scanned by CamScanner